OPEN ACCESS: http://theislamicculture.com

The Islamic Culture
Bi-Annual Research & Refereed Journal
Published by
Sheikh Zayed Islamic Centre,
University of Karachi

الثقافۃ الاسلامیۃ

SZIC

ISSN (Print) : 1813-775X
ISSN (Online) : 2663-1709

خواجہ غلام فرید کا صوفیانہ کلام 'الزبیر' کی نظر میں

A view of Khawaja Ghulam Fareed's sofiana poetry

Sadia Mohsin

PhD scholar Islamia University Bahawalpur,
E-mail: Sadiamohsin110@gmail.com

Dr. Muzamil Bhatti
Associate Professor (Retired) Islamia University Bahawalpur

Abstract:
Urdu literary journal play an important role in the promotion of Urdu literature. "Al Zubair" is such a general which plays also an important role to promote the urdu literature and research work. At a time, when special numbers were published in Pakistan "Al Zubair" also participated in this race and publish the special number. "Khawaja Ghulam Fareed Number" also a special number. AL Zubair perform a good job to provide a plate form to Sofyiana poetry. Sofyiana kalam contain Islamic values, Islamic life style and truth of universe.

Khawaja Ghulam Fareed born in "Rohi" (Cholistan) and he was a person which took Islamic education and spent his life according to Islam. He has a noble Family background and take inherently this Islamic values. In his poetry, he gave the massage of Islam and soul of this religion. 'Al Zubair" spread this massage through there journal." Khawaja Ghulam Fareed Number" have many article which show many aspects of Khawaja Ghulam Fareed's poetry. Khawaja Ghulam Fareed a person who loved "Allah" and describe the reason of Mankind birth. He gave the all massage by the sweet language "Saraki". Khawaja Ghulam Fareed poetry read all over the Pakistan and liked by everyone. In this article I have discussed the internal massage of Khawaja Ghulam Fareed's poetry.

Key Words: Sofiana kalam,, Kalam e Fareed, Tajzia, Ishq q Haqeqi, Ishq e Majazi, Islami saqafat, Ahya e islam ki kawish.

سر زمین ہند میں سلسلہ رشد و ہدایت کا ذریعہ بننے والی بہت سی برگزیدہ ہستیاں گزری ہیں۔ جنہوں نے اس خطے سے جہالت و بربریت کے اندھیروں کو دور کرنے کے لیے محبت کی بے شمار شمعیں روشن کی ہیں جن کی روشنی کے سائے صدیوں پر محیط نظر آتے ہیں اور رہتی دنیا اس سے منور ہوتی رہے گی۔ برصغیر پاک و ہند میں صدیوں سے آباد مسلمانوں نے جہاں تاج و تخت کے سرور میں بدمست ہو کر خلافت کے اصولوں سے روگردانی کی اور حکم خداوندی کو پس پشت ڈال کر ناانصافی اقرباء پروری اور سہل پسندی کو فروغ دیا تو وہاں اپنے ہی بھائیوں کے ہاتھوں غلامی کی پستیوں میں دھکیل دیے گئے۔ ایسے میں مسلمان ہونا جرم بن گیا۔ مسجدیں، مدرسے ویران ہو گئے۔ خانقاہیں اللہ والوں سے خالی ہو گئیں۔ لوگوں کے دل اللہ کی محبت سے خالی ہو کر خوف و ہراس سے بھر چکے اور راستہ دکھانے، ہدایت دینے والے نجانے کہاں گم ہو چکے تھے مگر ان نامساعد حالات میں بھی خدا تعالیٰ نے ایسی بزرگ ہستیوں کا نزول کیا جنہوں نے مسلمانوں کے ایمان کی ڈوبتی ہوئی ناؤ کو پتوار مہیا کیے۔ ان کے مردہ دلوں کو جذبہ ایمان سے منور کیا۔ اندھیرے سے مانوس ہو چکی آنکھوں کو پھر سے روشنی میں دیکھنے کے قابل بنایا۔ ایسی ہی برگزیدہ ہستیوں میں ایک معتبر ہستی خواجہ غلام فریدؒ ہیں جنہوں نے اس خطہ کے مسلمانوں کی بیمار روحوں کو دوبارہ زندہ کیا اور جہالت کے اندھیروں کو چیر کر نئے آفتاب روشن کیے۔

"امر بالمعروف نہی عن المنکر"(1،ا)

کی عملی تفسیر ہیں۔ اسلام کی تبلیغ اور پیغام کو اپنا مقصد حیات بنایا۔ خواجہ غلام فرید روحانیت کی تمام منازل طے کر کے ایک بلند مقام رکھتے ہیں اور یہ بلندی انہیں انسانیت کے اور زیادہ قریب لے آئی ہے۔ خواجہ غلام فریدؒ کے فیض کی خوشبو نے نا صرف روہی کے ریگ زاروں کو معطر کیا بلکہ علم و معرفت کی روشنی کو ساری انسانیت کے لیے وقف کر دیا۔ آپ مناظرِ فطرت کی طرف دیوانہ وار بھاگتے ہیں۔ مٹی کی محبت انہیں اپنی زمین کے ساتھ ہمیشہ جوڑے رہی جہاں وہ فطرت کے ظاہر جمال کی توصیف بیان کرتے ہیں تو دوسری طرف وہ ایک صوفی، درویش کی حیثیت سے معرفت کی جستجو کرنے والوں کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ عشقِ حقیقی کا سرچشمہ رشد و ہدایت کا منبر اور راہِ سلوک پر چلنے والوں کے لیے پیرو رہنما کی حیثیت سے بہت بلند مقام رکھتے ہیں۔ مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے خواجہ غلام فریدؒ کے مرتبے کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

گلخنِ عشق چشتیاں بہ طپید
شعلہ اش خواجہ غلام فریدؒ (1)

خواجہ غلام فریدؒ محبت کے پیغام بر تھے۔ انہوں نے لوگوں کے دلوں میں اترنے کے لیے جس ذریعہ اظہار کا انتخاب کیا تھا وہ شاعری تھا۔ وہ بنیادی طور پر جنوبی پنجاب کی میٹھی بولی سرائیکی کے شاعر تھے۔ اس خطے کی علاقائی زبانوں میں سرائیکی کو منفرد مقام حاصل ہے۔ خواجہ غلام فریدؒ کا تعلق روہی سے تھا جس کی ہوائیں آج بھی ان کی پاکیزگی سے معطر ہیں۔ روہی کے ٹیلے ٹبے ان کی خلوت کے گواہ ہیں۔ اس علاقے کے لوگ ان سے گہری عقیدت رکھتے ہیں اور آپ کو بھی اپنے لوگوں سے قلبی وابستگی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ دیگر علاقوں کی نسبت بہاول پور میں خواجہ غلام فریدؒ عارفانہ کلام کو مقدس چیز تصور کرتے ہوئے بے پناہ عزت و احترام اور بلند مقام حاصل ہے۔

قیس فریدی کہتے ہیں کہ

"انھیں اپنا وسیب بہت پیارا تھا۔ اس لیے ان کی شاعری کی جڑیں دھرتی کی تہذیب اور ثقافت میں بہت گہری ہیں۔ انہوں نے اپنے کلام کے ذریعے روہی اور تھل کے جفاکش اور دکھ درد کے مارے لوگوں کو حوصلہ دیا اور اپنی دھرتی سے محبت کا درس دیا"(2)

خواجہ غلام فریدؒ سے محبت کا اظہار کرنے میں اردو اکیڈمی بہاول پور کا نہایت اہم کردار ہے کیونکہ اس اکیڈمی کے شعبہ فرید جات میں خواجہ فریدؒ پر بہت زیادہ تحقیقی کام ہوا جس کی مثال کسی اور ادارے کے ہاں نہیں ملتی۔ مسعود حسن رضوی نے خواجہ غلام فریدؒ "حیات و شاعری" کے عنوان کے تحت ایک کتاب تحریر کی جس کو اردو اکیڈمی نے "الزبیر" میں 1963ء میں پہلی بار شائع کیا اور اب تک تین ایڈیشن منظر عام پر آچکے ہیں۔ خصوصی شمارہ "خواجہ غلام فریدؒ نمبر" کی اشاعت 1985ء میں ہوئی اور یہ "الزبیر" کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ یہ شمارہ اگرچہ 184 صفحات پر مشتمل ہے مگر بقول شمارے کے مدیر شہاب حسن دہلوی کہ ابھی اور بہت کچھ کہنے لکھنے کی گنجائش باقی ہے۔

"ہمارا ارادہ خواجہ صاحب کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر ایک حاصل نمبر شائع کرنے کا تھا۔ لیکن ہمیں توقع کے مطابق اس میں کامیابی نہ ہو سکی۔"(3)

مسعود حسن شہاب کو خواجہ غلام فریدؒ سے غیر معمولی محبت و عقیدت تھی اور خواجہ فریدؒ کی شخصیت و فن میں گہری دلچسپی تھی۔ انہوں نے کلام فریدؒ کا بغور مطالعہ کیا اور معنی و مفہوم کے نئے جہان دریافت کیے۔ یہ نمبر ان کی تحقیق و جستجو کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ شہاب دہلوی کے اس کارنامے کے متعلق سید اشتیاق اظہر کہتے ہیں۔

"پہلی بار خواجہ غلام فریدؒ کی شاعری اور شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو بے نقاب کیا۔ شہاب صاحب سے پہلے خواجہ صاحب پر جو کچھ لکھا گیا وہ عقیدت کے زیر اثر خانی مدح تک محدود تھا۔"(4)

مگر شہاب صاحب نے خواجہ غلام فریدؒ کی شاعری میں چھپے پیغامات کو جانچنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ دیوانِ فریدؒ اردو میں غلط کی نشاندہی کی ہے اور ان کی اردو شاعری کو بلند مرتبے پر دکھانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔

خواجہ غلام فریدؒ نمبر کی ابتداء شہاب دہلوی کے حرف آغاز سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد گیارہ صفحات پر نو نظمیں دی گئی ہیں جن میں سے ایک کا تعلق فارسی اور ایک اردو زبان میں تحریر کی گئی ہیں۔ فارسی نظم برصغیر کی نامور ہستی عطاء اللہ شاہ نے چیست خواجہ غلام فریدؒ کے نام سے لکھی ہے۔ شاہ صاحب کے نام اور کام برصغیر میں کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ جن خیالات کا انہوں نے اپنی نظم میں اظہار کیا ہے وہ واقعی قابلِ ستائش ہے۔ یہ نظم اپنے اندر ایک عظیم منصب کا پہلو رکھتی ہے۔ شاہ صاحب نے اپنی عقیدت کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے۔

ہر کہ از عشق جرعہ نہ چشید

اوچہ داند کہ چیست خواجہ فرید(5)

یہ نظم فارسی الفاظ وتراکیب کا بہترین نمونہ اور بہت اعلیٰ مداح سرائی ہے۔ سید ہاشم رضا نے سات اشعار پر مشتمل ایک نظم ”وحیدِ عصر غلام فرید“ کے عنوان سے تحریر کی۔ اس نظم کا بنیادی موضوع خواجہ غلام فرید کی ذاتی اور شاعرانہ خصوصیات کا اظہار رو اعتراف ہے۔ اس نظم کے آخر میں بھی شاہ صاحب کی طرح شاعر حسرت ویاس کا اظہار کرتا ہے۔ یہ نظم اپنے سادہ اور منفرد اندازِ بیاں کی وجہ سے شاعری میں خاص مقام رکھتی ہے۔

خواجہ غلام فریدؒ کے عنوان سے محمد شیر افضل جعفری نے محبتوں بھری نظم تحریر کی ہے۔ یہ نظم چودہ اشعار پر مشتمل ہے اور ہر مصرع فرید کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ساری نظم ایک ہی ردیف غلام فرید کے ساتھ لکھی گئی ہے۔ شاعر نے دلنشین الفاظ کے استعمال سے کلام کو رنگین و دلفریب بنایا ہے۔ زاہد، قیس، چلہ نشین، کامنیوں کا پل، شاعرِ سوز گیں، دیدہ شمعیں، مندری کا نگیں، جبریل زمین اور مست نور میں جیسے خوبصورت الفاظ موسقیت پیدا کر رہے ہیں۔ یہ نظم مترنم الفاظ کا شہکار ہے۔

"جگہائے عقیدت" گیارہ قطعات پر مشتمل نور الزماں احمد اوج کی نظم ہے۔ دراصل یہ نظم خواجہ فریدؒ کی زندگی کا منظوم ترجمہ ہے۔ اس نظم کا ہر قطعہ اپنے اندر منفرد معنی و مفہوم لیے ہوئے ہے۔ اس میں خواجہ فرید کی شخصیت و فن کو مختلف زاویوں سے دیکھا گیا ہے۔ اور نظم کے اختتام پر خواجہ فریدؒ کی شاعرانہ عظمت کا اعتراف کیا گیا ہے۔

من برگ گل افشانم کے عنوان سے عاصی کرنالی نے خوبصورت نظم تحریر کی ہے۔ انہوں نے ان الفاظ میں گل ہائے عقیدت نچھاور کیے ہیں

ہر فکر مثل بارہ ہے ہر شعر مثل جام

تیرے سخن میں ہے کیفیت قدام

عظمت کی انتہا یہ میرے خیال میں

ہے اہل کائنات کے دل میں ترا مقام(6)

عاصی کرنالی نے فارسی مرکباتِ اضافی کے استعمال سے قافیہ و ردیف میں موسیقیت کا عنصر پیدا کیا ہے۔ بہاول پور کا ایک بہت بڑا نام پروفیسر سہیل اختر نے اپنے جذبات کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے۔

علاج قلبِ پریشان ہے اک نظر تیری

حقیقتاً تو طبیبِ زمن ہے خواجہ فرید

ترے حضور کسی کا چراغ جل نہ سکے

ترا کلام سہیل عین ہے خواجہ فرید(7)

"نذرِ فرید" شہاب دہلوی کی طویل نظم ہے جس میں انتالیس اشعار پر مشتمل اس نظم کے پہلے 21 شعر ہم قافیہ ہیں۔ شہاب دہلوی نے اشعار کی زبان میں خواجہ فرید کے تخیلات جلوت وخلوت مناظرِ فطرت سے محبت ان کے فلسفہ حیات، معرفت اور تصوف و روحانیت کو بیان کیا ہے۔ شہاب دہلوی نے اس نظم میں اپنی تمام تر محبتوں عقیدتوں کو دل کی گہرائیوں سے پیش کیا ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب خواجہ غلام فریدؒ کا آغاز اسی نظم سے کیا ہے۔ یہ نظم شہاب دہلوی کی خواجہ فریدؒ سے گہری قلبی وابستگی کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

خواجہ غلام فریدؒ نمبر میں حصہ نظم کے بعد علامہ عبد الرشید طالوت کے دیوان فرید پر لکھے گئے مقدمے سے اقتباسات کو بیان کیا گیا ہے۔ علامہ عبد الرشید طالوت نے خواجہ فریدؒ سے اختلافات کے باوجود محبت و عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ اس مقدمے کے انہتر صفحات کو خواجہ فرید نمبر میں شامل کیا گیا ہے۔ ان اقتباسات میں پنتالیس پیراگراف مقابیس المجالس فارسی زبان میں تحریر کیے گئے ہیں۔ ان کو چونتیس عنوانات کے تحت تقسیم کیا گیا ہے۔ اس مقدمے میں چھ اقتباسات، اشارات فریدی نے اور چھے فوائد فرید سے اخذ کیے گئے ہیں۔ تاہم ان اقتباسات کے اردو ترجمے کی کمی کو محسوس کیا گیا ہے کیونکہ ترجمے سے عام قاری بھی مستفد ہو سکتا تھا۔ یہ تمام اقتباسات علمی و ادبی لحاظ سے بہترین شہکار ہیں۔ پہلا اقتباس "ہماری زبان" کے عنوان سے لکھا گیا ہے۔ اس اقتباس میں انہوں نے سرائیکی زبان کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے ان الفاظ میں اظہارِ خیال کیا ہے۔

اردو بھی اس علاقے میں کافی عروج اور اثر رکھتی ہے۔ مگر اس کے باوجود "ہماری زبان" ملتانی ہے۔ علامہ نسیم طالوت نے سرائیکی ادب کا عمیق مطالعہ کرکے یہ بات ثابت کی ہے۔

"ملتانی زبان کا لٹریچر پنجابی زبان سے بہت وسیع اور زیادہ جاذب قلوب ہے۔ ہماری زبان میں تغزل جس قدر منجھا ہوا رشتہ وپختہ اور پختہ وپروردہ ہے۔ اس کا جواب فارسی سے ادھر کسی زبان میں بھی نہیں۔"(8)

سرائیکی زبان کی فصاحت وبلاغت کو تسلیم کرتے ہوئے شہاب دہلوی کہتے ہیں کہ یہ زبان عمدہ تراکیب نادر تشبیہات اور بہترین محاوروں سے بھری ہوتی ہے۔ خواجہ غلام کا پیغام اس خطے کے ہر گوشے میں پھیلانے میں اس زبان کا بنیادی کردار ہے کیونکہ خواجہ فرید کی تعلیمات کا بار اٹھانا کسی دوسری زبان کی بساط سے باہر معلوم ہوتا ہے مگر سرائیکی زبان اپنے دامن میں اتنی وسعت رکھتی ہے کہ خواجہ غلام فریدؒ کا آفاقی پیغام کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے جو گہری معنویت کا حامل ہے۔ خواجہ غلام فریدؒ نے سرائیکی کو ملک گیر شہرت سے نوازا ہے۔ روہی کے ٹیلوں سے نکال کر شہروں اور دیسوں کی ہواؤں سے متعارف کرایا اور اہل فہم و فراست کے لیے نئی دنیاؤں کی نشاندہی کی وہ دنیا جو من کے اندر بستی ہے۔

خواجہ غلام فرید کے کلام تصوف، حسن و عشق اور مجازی و حقیقی رنگوں کا حسین امتزاج ہے۔ خواجہ غلام فرید نے رب کے وجود کو کائنات کے موجودات سے پہچانا۔

"من عارف نفسہ فقد عارف ربہ"(حدیث نبوی ﷺ)

علامہ عبدالرشید طالوت نے خواجہ غلام فریدؒ کے خاندانی پس منظر اور خاندان کے علمی پس منظر کو بہت وضاحت سے بیان کیا ہے۔ انہوں نے خواجہ فریدؒ کے جد امجد حضرت عمر بن خطابؓ سے لے کر ان کے والد مولانا خواجہ خدا بخش تک کے سارے سلسلے کو نہایت عقیدت اور دلنشین انداز میں بیان کیا ہے۔ یہ خاندان صدیوں سے علم و فضل کا گہوارہ رہا ہے۔ جس کے اثرات خواجہ غلام فرید کی شخصیت وفن پر دیکھے جاسکتے ہیں۔ ان کی پیدائش سے لے کر بچپن جوانی کے حالات کو تفصیل سے بیان کیا اور مستند حوالوں سے اپنی بات کو درست ثابت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں خواجہ فرید علم کا سرچشمہ تھے۔ علم و معرفت کا ایک دریا تھا جو ان کے اندر قید تھا۔ انہیں علم پر دسترس حاصل تھی پھر وہ دینی مسائل ہوں یا علم الانساب علوم شریعت یا پھر علم موسیقی و نغمہ ان کے سامنے کسی کا چراغ نہ چل سکا ہر علم آپ کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا نظر آتا ہے۔

خواجہ فرید مناظر فطرت کا بہت گہرائی اور قریب سے مشاہدہ کرتے ہیں اور خود کو اس منظر کا حصہ تصور کرتے ہیں۔ ان کو ان قدرتی مناظر میں جلوہ خداوندی نظر آتا ہے۔ آپ کا علم صرف مشاہدے تک ہی محدود نہیں بلکہ آپ موسموں کے تغیر و تبدل پر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں اور بقول علامہ نسیم طالوت:

"یہ بات آپ کو نہ جغرافیہ کی کتابوں میں ملے گی اور نہ عام طور پر جغرافیہ کے اساتذہ کو علم ہوتا ہے۔ یہ صرف فطرت کے صحیفہ کو بغور پڑھنے والوں کو معلوم ہو سکتی ہے۔"(9)

اس مضمون میں علامہ صاحب نے خواجہ فریدؒ کے حلیہ و لباس، اخلاق و عادات، دوستی، سیر و سیاحت اور مناظر قدرت سے دلچسپی، تواضع و رحم، زیارت اہل اللہ، رواداری و مروت کو بہت تفصیل سے بیان کیا ہے۔ علامہ طالوت نے خواجہ فریدؒ کی شاعری اندازِ بیان طرز تخاطب نفس مضمون مقصد تحریر اور پیغام شعر و سخن کو بہت مفصل اور مدلل بیان کیا ہے۔ انہوں نے خواجہ صاحب کی تمام شاعری کا ایک نقطہ اور نچوڑ پیش کیا ہے اور وہ ہے توحید الٰہی کی توصیف و تسلیم اور ازلی محبوب رسول ﷺ کی محبت میں اپنی ذات کو فنا کر دینا۔

آیت مبارکہ ہے کہ!

"جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی"(9،ب)

ان کے سارے دیوان میں ہی دو باتیں تواتر سے بیان کی گئی ہیں۔ ان کا شعر دیکھیے۔

سمجھ نجائی غیر نہ جائی

سمجھ صدرت ہے عین ظہور

خواجہ غلام فریدؒ کی ساری شاعری عشق حقیقی کا منبہ ہے۔ انہوں نے عشق میں زندگی کا سارا فلسفہ بیان کیا ہے اور عشق ہی کو آب حیات قرار دیا ہے۔ اس مضمون میں علامہ طالوت نے خواجہ غلام فرید کی حیات و ممات تک کے تمام واقعات کو بہت فصاحت اور عقیدت سے بیان کیا ہے اور مضمون کا اختتام "گوہر شب چراغ" سے کیا گیا۔ ماہر مظاہر مولوی عزیز الدین کا وصالِ فریدؒ پر لکھے گئے قطعے پر کیا ہے۔

جائگاہش جوار رحمت باد

جعل اللہ جنت مشواہ

سالِ ترحیل اور عزیز بگفت

جاد مثنوی لہ مر طاب ثراہ(10)

"دیوان فرید نمبر میں علامہ ارشد نسیم طالوت کے طویل مقدمات کے اقتباسات کو بیان کرنے کے بعد میر حستان الحیدری کا مضمون "ملتانی شاعری میں خواجہ فریدؒ "شامل کیا گیا ہے۔ یہ مضمون اپنی نوعیت کی ایک منفرد تحریر ہے۔ اس مضمون میں آٹھ صدیوں کا مختصر جائزہ لیا گیا ہے۔ انہوں نے مضمون کی ابتداء کچھ ان الفاظ میں کی ہے۔

"یہ عجیب اتفاق ہے کہ ملتانی شاعری کا بانی یا تاریخی زبان میں بھی ایک فرید ہے اور اس کو معراج کمال تک پہنچانے والا بھی اسی خاندان کا اور اسی سلسلے کا ایک بزرگ فریدؒ۔"(11)

خواجہ غلام فریدؒ کے بعد ملتانی زبان کو جس نے بہت خوبصورت انداز میں شاعری میں برتا وہ امیر خسرو ہیں۔ انہوں نے ملتان میں اپنے پانچ چھ سالہ قیام کے دوران سرائیکی زبان کی گہرائی کو پالیا۔ امیر خسرو ملتانی زبان وادب کی عمارت میں اساسی حیثیت رکھتے ہیں۔ ساتویں صدی ہجری کے نصف اول سے لے کر دسویں صدی کے اختتام تک ساڑھے تین سو سال کا عرصہ اس خطے میں دردِ غلامی شمار کیا جاتا ہے اور اس اذیت کے دور میں جہاں بہت سے مسائل و نقصانات کا سامنا کرنا پڑا وہاں علم وادب کے خزینے کو بھی بہت ضرر پہنچا۔ اس کے مضمون کو دلی صدمہ ہے۔ مگر انہیں اس بات کی خوشی بھی ہے کہ کلام فرید دستبرد زمانہ سے محفوظ رہا اور اس میں سکھ جوانوں کا بہت اہم کردار ہے کیونکہ خواجہ فریدؒ کے سلوک گرو گرنتھ میں محفوظ رہے۔

میر حسان نے گیارہویں صدی ہجری کی نامور شخصیات مولوی عبدالحکیم، حضرت علی حیدر، حضرت جمال ملتانی، خواجہ حسن ملتانی اور حضرت مولوی لطف علی لطف اور ان کے علاوہ ۱۲۲۱ء ہجری تک بہت سے مشہور معروف شعراء کے نام اور کلام کے نمونے پیش کیے ہیں اور سلسلے کی تکمیل جاکر خواجہ غلام فریدؒ کے کمالِ فن سے ہوتی ہے۔ ان کا نام اور کلام آج بھی سرائیکی فلکِ سخن پر چھایا ہوا ہے۔ ان کی ذات اور شاعری اس خطے کے لوگوں کے لیے حیاتِ نو کا پیغام ہے۔ میر حسان الحیدری کہتے ہیں:

"غزل اردو اور فارسی کی طرح ملتانی زبان بھی انسان کے گہرے احساسات کی نمائندگی کرتی ہے مگر میرے خیال میں ملتانی غزل کو یہ مقام اس وقت نصیب ہوا جب خواجہ فرید نے اس میں اپنا خونِ جگر اور دردِ دل سمو دیا۔"(13)

الیاس عشقی کا مضمون "خواجہ غلام فریدؒ اور سچل سرمست" کے عنوان سے شامل کیا گیا ہے۔ اس مضمون کی خاص بات خواجہ غلام فریدؒ اور سچل سرمست کا تقابلی جائزہ ہے۔ اگرچہ سچل سرمست کا تعلق وادی سندھ سے تھا مگر انہوں نے سرائیکی زبان میں بھی کافیاں تحریر کی ہیں۔ خواجہ غلام فریدؒ نے سچل سرمست کی طرح تصوف کی منازل طے کرتے ہوئے سننے والوں کے دلوں کے تاروں کو

چھو لیا ہے۔ خواجہ فریدؒ نے سچل سرمست کی مستی و سرور سے بھری ہوئی فضا کو مزید نکھارنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اس مضمون میں الیاس عشقی صاحب نے خواجہ غلام فریدؒ اور سچل سرمست کے کلام کے مشرکات اور تضادات کو وضاحت سے بیان کرتے ہوئے دونوں صوفی الشعراء کی شاعری کے منبہ اور مظہر کو واضح کیا ہے۔ الیاس عشقی کہتے ہیں۔ شیخ محی الدین ابن عربی سعیدی، رومی منصور، سنائی اور عطار علم و فن کیف و سر و اور تصوف کے وہ حوالے ہیں جن کے اثرات سچل سرمست اور خواجہ فریدؒ کے کلام میں محسوس کیے جاسکتے ہیں۔ اگرچہ دونوں کے کلام میں تضادات پائے جاتے ہیں مگر دونوں کا بنیادی نقطہ اور نفسِ مضمون تصوف اور وحدانیت کا پرچار ہے۔ دونوں شعراء کا کلام سادگی و پرکاری کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ مضمون نگار نے مضمون کا اختتام ان خیالات پر کیا ہے۔ سچل سرمست سندھی زبان کے شاعر تھے مگر انہوں نے سرائیکی میں بھی کافیاں کہیں اسی طرح خواجہ فرید نے سندھی زبان میں بھی کلام کہا مگر سچل سرمست کا کلام پڑھنے کے بعد یہ بات کافی حد تک ثابت ہوتی ہے کہ خواجہ فریدؒ نے سچل سرمست سے متاثر ہو کر سندھی زبان میں اشعار کہے۔

دلشاد کلانچوی کا مضمون "کلام فریدؒ میں قرآن و حدیث کے حوالے" بہت اہمیت کا حامل ہے۔ انہوں نے بہت محنت سے کلام فرید کو دو زاویوں سے پرکھنے کی کوشش کی ایک وہ اشعار جو قرآن کی کسی آیت یا کسی حدیث پاک کا منظوم ترجمہ یا تغیر ہے۔ دوسرا وہ اشعار جن کے مصرعے قرآن کی آیت پر مبنی ہیں۔ کلامِ فرید میں بہت سے اشعار ایسے بھی ملتے ہیں جن میں انہوں نے قرآن و حدیث کے حوالوں کو بطور تلمیح استعمال کیا ہے۔ قرآن کی آیات اور حدیث کے مفہوم پر لکھے گئے اشعار بہت محبت و عقیدت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

یبقی وجہ ریت باقی کل شے فانی"

یار فرید عیان بیانے

نحن اقرب وچ فرمائے

ایہو عقیدہ دین ایمانے

توڑے پکڑ چڑھا دو دار (14)

مضمون نگار نے بہت سی مثالوں سے کلامِ فریدؒ میں استعمال شدہ قرآن و حدیث اور اقوال کو واضح کیا ہے۔

ارشد ملتانی نے "فرید اور اس کا عہد" کے عنوان سے ایک مختصر مگر پر معنی مضمون تحریر کیا ہے۔ اس مضمون میں انہوں نے خواجہ غلام فریدؒ کا زمانہ مسلمانوں کی غلامی و ذلت کا زمانہ کہا۔ انگریز مکمل طور پر ہندوستان پر قابض ہو چکے تھے۔ کوئی بھی صاحب دل اور

فہم فراست رکھنے والا انسان اور خاص کر شاعر و ادیب اپنے ماحول میں ہونے والے تغیر و تبدل سے لا تعلق رہ سکتا اور نہ ہی پر اذیت دور میں چھوڑ سکتا ہے۔ اس لیے خواجہ غلام فریدؒ نے اس شاعری کے ذریعے ظلم و غلامی کی چکی میں پسی ہوئی عوام کو حیاتِ نو کا پیغام دیا۔

نور الزمان احمد اوج نے "خواجہ صاحب کی شاعری" کے عنوان سے مضمون تحریر کیا ہے۔ اس مضمون میں انہوں نے خواجہ غلام فریدؒ اور شاہ عبد الطیف بھٹائی کی شاعری پر تبصرہ کیا ہے۔ نور الزمان احمد اوج کہتے ہیں:

"دریائے سندھ کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس کے کنارے پاکستان کے عظیم صوفی شاعر پیدا ہوئے جن کی شاعری نے معاشرے کو ایک نظریاتی و فکریاتی انقلاب سے آشنا کیا۔ یہ صوفی شاعر ایک سندھ کے شاہ عبد الطیف بھٹائی اور دوسرے بہاول پور کے خواجہ غلام فریدؒ ہیں۔"(15)

انہوں نے خواجہ غلام فریدؒ کے حالاتِ زندگی، خاندانی پس منظر اور عہد کو مقرر انداز میں بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگرچہ خواجہ فرید کئی زبانوں پر دسترس رکھتے تھے اور رومی عطار، ابن عربی اور جامی کے فلسفے سے بخوبی واقف تھے مگر انہوں نے ذریعہ اظہار کے لیے صرف سرائیکی کا انتخاب کیا اور اس میں دیگر زبانوں سے تشبیہات و استعارات شامل کرنے کی بجائے سرائیکی کے الفاظ کو ہی استعمال کیا اور روہی کے رنگ کو اپنا رنگ بنالیا۔ مضمون نگار نے کہا ہے:

"وہ روہی میں بیٹھ کر روہی کی باتیں کرتے ہیں اور ان کی شاعری کا اترایا ہے جیسے چولستان کے دامن میں پانی کی ایک صاف و شفاف ندی خراماں خراماں بہہ رہی ہو۔"(16)

خواجہ غلام فریدؒ کے کلام میں حرمتِ رسول مقبول ﷺ کے عنوان سے ڈاکٹر مہر عبد الحق صاحب کا مضمون شامل کیا گیا ہے۔ مضمون کی ابتداء میں وہ کہتے ہیں۔ "حضرت خواجہ غلام فریدؒ ولایت کے اس اعلیٰ اور ارفع مرتبے پر فائز ہیں جہاں کی متنوع اور پہلو دار شخصیت مکرِ نگی پر مرکوز ہو جاتی ہے۔"

اس مضمون میں انہوں نے خواجہ فریدؒ کی فکر اور تخیل کو موضوع بنایا ہے مگر ان کی زیادہ تر توجہ خواجہ فریدؒ کے تصوف اور روحانیت پر مرکوز ہے۔ اس موضوع پر انہوں نے بہت باریک بینی کا مظاہرہ کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ خواجہ فریدؒ کے کلام میں تصوف، وحدانیت اور فلسفہ وحدت الوجود کو بہت بلند مقام حاصل ہے۔ ڈاکٹر مہر عبد الحق نے ان موضوعات کو مفصل بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں::

(17)وحدت الوجود کا مسئلہ بے حد نازک ہے۔ بال سے بھی زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے بھی زیادہ تیز۔"

خواجہ فریدؒ راہ سلوک کے مسافر ہیں اور اس راہ میں صوفی و درویش پر بہت سے در اشکار ہوتے ہیں مگر وہ لب سیے ان واحیلوں کا نظارہ ہی کرتے ہیں کیونکہ کسی بھی راز کو فاش کر دینا کبیرہ گناہ تصور کیا جاتا ہے مگر کبھی کبھی سوز دل اس حد تک بڑھ جاتا ہے کہ صوفی کے من سے ایسے اسرار ظاہر ہوتے ہیں جن کا سمجھنا عام انسان کے بس میں نہیں۔ڈاکٹر مہر عبد الحق نے خاندان ولایت کے بڑے نظریے اور فلسفہ وحدت الوجود کو اپنا بنانے والے تین بڑے گروہوں کو تفصیل سے بیان کرتے ہوئے اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ان گروہوں کے مابین اختلافات فروعی نوعیت کے ہیں اصولی نہیں ان تمام نظریات کا اشتراک خواجہ غلام فریدؒ کی شاعری میں دیکھا جاسکتا ہے۔ڈاکٹر مہر عبد الحق نے خواجہ فریدؒ کے نظریے وحدت الوجود کو بہت سی مثالوں سے واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔

ہر صورت وچ یار دا جلوہ

کیا آسمان زمین

آحد آیا بن احمد آیا

موہیں چین بچین (18)

ڈاکٹر مہر عبد الحق نے فلسفہ وحدت الوجود کو بہت تفصیل سے بیان کیا اور مضمون کے دوسرے حصے ارتقائے شر کے موضوع کو مختلف حوالوں سے بیان کیا ہے۔اس موضوع میں انہوں نے علامہ اقبال اور مرزا غالب کے اشعار اور احادیث کے حوالوں سے رسول اکرم ﷺ کی ذات پاک کو اجاگر کیا ہے۔اور سارے علوم کا منبع رسول ﷺ کی ذات کو قرار دیا ہے۔کیونکہ کامل انسان کے مقام پر فائز ہیں۔وہ مخلوقات عالم میں سب سے افضل واعلیٰ ہیں۔ہر شاعر اپنی بساط کے مطابق اس سچائی کا اعتراف کرتے ہوئے رسول اکرم ﷺ کی توصیف بیان کرتا ہے۔خواجہ غلام فریدؒ کا تو سارا کلام وحدانیت کا منہ بولتا ثبوت اور عشق رسول ﷺ کی مثال ہے۔خواجہ غلام فریدؒ کی نعتِ رسول مقبول ﷺ ایک منفرد لب ولہجہ رکھتی ہے۔خواجہ فریدؒ کرافیہ کلام میں خاص درد اور سوز رکھتے ہیں۔وہ یار کے جلوے کے تمنائی ہیں اور اس کی تلاش وہ روہی کے ٹیلے ٹبوں میں آٹھوں پہر کرتے ہیں۔خواجہ فریدؒ کا دل عشق رسول ﷺ کا مسکن ہے۔ان کی محبت کا اظہار اس نعت سے واضح ہوتا ہے۔

اتھاں میں مٹھڑی نت جان بلب

اوتاں خوش وسدا وچ ملک عرب

ہر ویلے یار دی تانگھ لگی

سنجیں سینے ملک دی سانگ لگی

واہ سونڑھاں ڈھونڑ یار سجن

واہ سانول ہوت حجاز وطن!

آ ڈیکھ فرید دا بہت خزن!

ہم روز ازل دی تانگھ لب(19)

رحیم طلب کا مضمون "حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے کلام میں محاورات اور ضرب المثل" بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اس مضمون میں انہوں نے خواجہ فریدؒ کی شاعری، محاورات اور ضرب المثل کو مثالوں سے بیان کیا ہے۔ رحیم طلب کہتے ہیں۔

"خواجہ غلام فریدؒ سرائیکی کے قادر الکلام شاعر ہیں۔ انہوں نے سرائیکی کی بے انتہا خدمت کی ہے اور سرائیکی محاورات و ضرب المثل کا استعمال بہت کیا ہے۔"(20)

مضمون نگار نے وضاحت کے لیے خواجہ فریدؒ کے اشعار کی مثال دی ہے۔

جسے ڈینہ بھلڑے متروی بھلڑے

قسمت جوڑے چوڑ کللڑے

یار شدید نے بخت غنی(21)

رحیم طلب نے اشعار میں استعمال محاورات و ضرب المثل کو وضاحت سے بیان کرتے ہوئے معنی و مفہوم کو بھی وضاحت سے بیان کیا ہے۔ نظم و نثر دونوں میں خوبصورتی و دلکشی و قوت پیدا ہوتی ہے جب ان تشبیہات و استعارات کو بخوبی برتا جائے۔ صرف و نحو کے اصولوں کا خیال رکھا جائے اور الفاظ کا چناؤ بہت سوچ سمجھ کر کیا جائے۔ یہ تمام مرکبات، محاورات، ضرب المثل کلام کو نکھارنے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ خواجہ فریدؒ کا کلام نادر "تشبیہات، محاورات اور ضرب المثل سے بھرا ہوا ہے اور حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ سرائیکی ایک ایسی زبان ہے جس میں محاورات، تشبیہات اور ضرب المثل کثرت سے موجود ہیں اور اس زبان کی یہی خوبی خواجہ فریدؒ کے کلام میں جابجا نظر آتی ہے۔

"خواجہ غلام فریدؒ کی اردو شاعری" کے عنوان سے شہاب دہلوی نے ایک شاندار مضمون تحریر کیا ہے۔ خواجہ فریدؒ کو بحیثیت سرائیکی زبان کے شاعر سب لوگ جانتے ہیں اور اس پر کام بھی بہت ہوا ہے مگر ان کی شاعری کا ایک گوشہ اردو شاعری پر اتنا کام نہیں ہوا۔ خواجہ فریدؒ صوفی شاعر ہیں جہاں انہوں نے علاقائی زبان کو ذریعہ اظہار بنایا۔ وہاں انہوں نے اردو زبان میں بھی اشعار کہے مگر یار لوگوں نے خواجہ صاحب کی سرائیکی شاعری کو فروغ دیا مگر اردو کلام کو نظر انداز کر دیا۔ شہاب دہلوی کہتے ہیں::

"بعض نقادان فن نے تو خواجہ صاحب کی اردو شاعری کو ان کی سرائیکی شاعری کے مقابلے میں درخور اتنا ہی نہیں سمجھا اور اسے ایک کم درجے کا تصور کر کے بالکل ہی نظر انداز کر دیا ہے۔"(22)

شہاب دہلوی نے خواجہ فریدؒ کی سرائیکی اور اردو شاعری کا موازنہ کرنے والوں پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ یہ موازنہ بالکل غلط ہے کیونکہ دونوں زبانوں میں بہت فرق ہے اور سرائیکی خواجہ صاحب کی مادری زبان ہے جس میں مہارت ہونا فطری بات ہے جبکہ اردو ایک سیکھی ہوئی زبان ہے اس لیے دونوں کا مقابلہ کرنا بے سود ہے۔ شہاب دہلوی نے کلام فریدؒ اردو کو دو زاویوں سے جانچنے کی کوشش کی ہے۔ ایک کلام کا نفسِ مضمون اور دوسرا ان کا معیار شاعری۔ نفسِ مضمون سرائیکی کلام کی طرح عشق حقیقی اور تصوف کی تعلیمات پر مبنی ہے۔ مگر اردو غزلیات میں مستند شاعری مجازی محبوب کے گرد گھومتی ہے مگر یہ خواجہ فریدؒ کا معجزہ فن ہے کہ وہ ہر مجازی عشق کو عشق کی طرف موڑ دیتے ہیں اور کلام کا مجموعی تاثر عشقِ حقیقی کا ہی ابھرتا ہے۔

سر بسر عاشق خدا ہوں فرید
عشق مخلوق سے جدا ہیں ہم (23)

شہاب دہلوی کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے کہ انہوں نے خواجہ فریدؒ کے اردو کلام کی طرف توجہ کی۔ انہوں نے دیوانِ فرید اردو میں شامل 100 غزلیات میں شعری اغلاط کی نشاندہی کی کیونکہ یہ کلام خواجہ صاحب کی وفات کے بعد مرتب ہوا اس لیے ان غلطیوں کی ذمے داری نقل نویسیوں کے سر جاتی ہے۔ شہاب دہلوی نے کلام فریدؒ میں رجائیت، یاسیت، نادر استعارات و تشبیہات کو تلاش کر کے قارئین کے سامنے پیش کیا ہے۔

اس آبروئے کمال کی نگہ کا لگا ہے تیر
کیا خم پڑا ہے دیکھ فلک کے ہلدل کو (24)
اس اک خورشید رو کے نور کے فیضان سے ہمدم

شب تیرہ مری اشک سحر ہووے تو کیا ہووے (25)

مندرجہ بالا اشعار کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ خواجہ غلام فریدؒ کا اردو کلام محروم التفات کا اہل نہیں۔ اس میں اعلیٰ وارفع خیالات کو بہت خوبصورت تشبیہات، استعارات اور ضرب الامثال کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس کلام میں صرف عشق و محبت ہجر و مذاق اور گل و بلبل کے قصے ہی نہیں بلکہ یہ شاعری اپنے اندر ایک عالمگیر پیغام رکھتی ہے۔

خواجہ غلام فرید نمبر کا آخری مضمون "خواجہ صاحب کے چند ملفوظات" کے عنوان سے شامل کیا گیا ہے۔ دراصل یہ کارنامہ مولانا رکن الدین کا ہے جنہوں نے اپنے پیر و مرشد سے محبت کے اظہار کے لیے خواجہ صاحب کے ارشادات و فرمودات کو "مقابیس المجالس" کی چار جلدوں میں جمع کیا اور آنے والی نسلوں کے لیے خواجہ فریدؒ کی ذات و فن کو سمجھنے کا ایک ذریعہ قائم کیا۔

خواجہ فرید نمبر میں "مقابیس المجالس" کا ترجمہ کیے اقتباسات شامل کیے ہیں۔ یہ ترجمہ علامہ واحد بخش سیال نے کیا ہے اور انہوں نے ہی حضرت داتا گنج بخشؒ کی کشف المحجوب کا ترجمہ کیا ہے۔ مدیر الزبیر نے بیس اقتباسات کو اس نمبر میں شامل کیا۔ ان سے چند اقتباسات خواجہ صاحب کی تاریخی حقائق کی حیثیت کو واضح کرتے ہیں اور چند اقتباسات میں خواجہ صاحب کی کافیوں کے اوزان قافیہ و ردیف کی ترتیب اور علم العروض کو بیان کیا ہے اور کچھ اقتباسات خواجہ صاحب کے دنیا کی ماہیت و حقیقت کے متعلق خیالات کی وضاحت کے لیے دیے گئے اور چند میں خواجہ فرید کے فن موسیقی اور راگ راگنوں میں مہارت کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ تمام مضامین خواجہ فرید نمبر میں خاص اہمیت کے حامل ہیں۔

الزبیر" کے خواجہ غلام فرید نمبر کو شخصیات کے حوالے سے بہت اہمیت حاصل ہے۔ خواجہ صاحب کی شخصیت کے تمام پہلوؤں کو وضاحت سے بیان کیا جائے اس شمارے میں خواجہ فریدؒ پر لکھے ہوئے بہترین مضامین کا انتخاب کیا گیا ہے۔ خواجہ فرید کی اردو اور سرائیکی شاعری کو حوالوں سے واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ خواجہ فرید نمبر میں شامل تمام مضامین انتہائی محنت اور تحقق سے لکھے گئے ہیں۔ ہر مضمون نگار نے بھرپور کوشش کی ہے کہ جس پر قلم اٹھا اس میں کوئی تشنگی نہ رہے۔

خواجہ غلام فرید کا کلام جہاں رب کے عشق سے معمور ہے وہاں معرفت الٰہی کے تپتے رہگزار میں ٹھنڈی چھایا بن کے اس منزل کو آسانی سے طے کرنے کا حوصلہ دیتا ہے۔ صوفی شاعر نے اسلام کی روح اور اس دین کے اصل پیغام کو عارفانہ کلام میں سمو کر ہر خاص و عام تک پہنچایا۔ یہ دین کی بڑی خدمت ہے جس کو ذمہ داری سمجھ کے صوفیا کرام نے ادا کی۔ خواجہ غلام فرید کا تعلق جنوبی پنجاب کے علاقے "روہی" سے ہے لیکن اپنے کلام کی عظمت سے رتبہ اور مقام بنایا کہ خواجہ غلام فرید کو کئی حلقوں میں جانا اور پہچانا جاتا ہے جبکہ اس حیثیت سے روشناس کروانے میں "الزبیر" نے ایک اہم کردار ادا کیا۔ خواجہ فرید جیسی شخصیات کو علاقائی حدود میں پہچان ملنا تصوف کی

منزلت کے متلاشیوں کے ساتھ زیادتی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ انہیں ہر پلیٹ فارم پہ متعارف کروایا جائے تاکہ صوفی شاعر خواجہ غلام فرید کے کلام کی خوشبو ہر جانب پھیل سکے۔ خواجہ فرید کا پیغام روہی کے ٹیلوں سے نکل کر عالمگیر حیثیت رکھتا ہے۔ "الزبیر" کا یہ کارنامہ ہے کہ اس نے خواجہ غلام فریدؒ کی شاعری و شخصیت کو قارئین کے سامنے مستند حوالوں کے ساتھ پیش کر دیا ہے۔

نتائج:

دین اسلام ایک آفاقی مذہب ہے جس نے نا صرف انسان کو ضابطہ حیات دیا بلکہ انسان کی روحانی ضروریات کو بھی پورا کیا۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد، اسلام کی حفاظت اور اس کی تبلیغ کا ذمہ داری امت محمدی ﷺ پر عائد ہوتی ہے۔ اسلام دین فطرت ہے ،انسان کی فطری ضرورت کو سمجھتے ہوئے تبلیغ کے سلسلے کو برقرار رکھنے کا حکم دیا ہے۔

قرآن مجید میں حکم ربی ہے!

"لڑتے رہو یہاں تک کہ اسلام باقی رہ جائے" (القران)

تبلیغ کی اس ذمہ داری کو بزرگان دین نے باخوبی نبھایا ہے۔ اسلام کی روح کو نا صرف سمجھا گیا بلکہ اس کو خاص و عام تک پہنچانے کی ہر طور کوشش کی گئی۔ بزرگان دین کا یہ سلسلہ ہر عہد میں اسلام کی دعوت دیتا رہا ہے۔ تبلیغ اسلام کا یہ کام کئی طریقوں سے انجام پاتا رہا ہے۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی خواجہ غلام فرید ہیں جنہوں نے نہ صرف اسلام کو اپنے اندر جذب کیا بلکہ پیار اور محبت کا درس دیا۔ خواجہ غلام فرید کا کلام عشق حقیقی اور عشق رسول ﷺ سے معمور ہے۔ انسان دوستی اور اخوت و محبت کا درس عام ہے۔ خواجہ صاحب کے اس پیغام نے لوگوں کو متوجہ کیا اور میٹھی زبان نے دلوں کو تسخیر کیا۔ اس تحقیقی پرچہ میں خواجہ غلام فرید کی انسان دوستی پیغام کو سراہا گیا ہے ۔ اور ان کی صوفیانہ خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ ان کا کلام خاص و عام میں یکساں مقبول ہے اور اس پیغام کی خوشبو کو ہر سو پھیلانے کے لیے اس کلام کے کئی زبانوں میں تراجم کیے جا رہے ہیں۔ دور افتادہ گاؤں "روحی" میں محدود وسائل میں رہتے ہوئے اسلام کی خدمت اور

درس و تعلیم آسان نہیں ہے جبکہ خواجہ غلام فرید نے اس فرض کو باخوبی نبھایا۔ خواجہ غلام فرید کے صوفیانہ کلام کو صحیفہ سمجھ کے سینے سے لگایا جاتا ہے۔

خلاصہ تحقیق

1۔ صوفیانہ کلام میں خواجہ غلام فرید کا کردار اور ان کے کلام کی اہمیت سے روشناسی کی ضرورت ہے۔

2۔ خواجہ غلام فرید کا تعلق بھی ایک صوفی اور نیک خانوادہ سے ہے۔

3۔ ان کا کلام، معرفت رب اور انسان کو کائنات کے حقائق سے متعارف کروانے کی سعی ہے۔

4۔ خواجہ غلام فرید جیسے ہستیاں صدیوں بعد پیدا ہوتی ہیں جو انسان دوستی کا سبق یاد دلاتی ہیں۔

5۔ جہاں شاہ عبد اللطیف بھٹائی نے اپنی زبان میں کلام کے زریعے روشنی بکھیری وہاں خواجہ غلام فرید نے بھی اپنے علاقے میں، اپنی زبان میں معرفت کے موتی بکھیرے۔

سفارشات و تجاویز:

1۔ پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے جس کے وجود کا مقصد و منشاہی اسلام کا تحفظ اور نفاذ ہے۔

2۔ اسلام کی تعلیمات کو اپنانے کے لیے صوفیا کرام کے کلام کی افادیت کو تسلیم کرنا اور ہر خاص و عام کے لیے قابل رسا بنانا۔

3۔ خواجہ غلام فرید کے کلام کی آفاقیت و عالمگیرت کو سمجھتے ہوئے اس کے مختلف زبان میں تراجم کروائے جائیں۔

4۔ اسلام کی روح سے فیض پانے کے لئے خواجہ غلام فرید کا کلام مشعل راہ ہے۔ اس دیے کو جلایا جائے۔

حوالہ جات:

1-عمران، آیت نمبر،110۔

1۔ مسعود حسن شہاب، مدیر، سہ ماہی "الزبیر"، خواجہ فرید نمبر، اردو اکیڈمی، بہاول پور، 1985ء، ص ۷

2۔ ایضاً، ص:۳۔

3۔ ایضاً، ص:۵۔

4۔ شاہد حسن رضوی، مدیر، سہ ماہی، "الزبیر"، شہاب دہلوی نمبر اردو اکیڈمی بہاول پور 1986ء، ص:24۔

5۔ مسعود حسن شہاب، مدیر، سہ ماہی "الزبیر"، خواجہ فرید نمبر، اردو اکیڈمی، بہاول پور، 1985ء، ص:۷۔

6۔ ایضاً،ص:13۔

7۔ ایضاً،ص:14۔

8۔ ایضاً،ص:181۔

9۔ ایضاً،ص:45۔

9،ب۔ آیت،59سورۃ النساء،القران۔

10۔ ایضاً،ص:96۔

11۔ ایضاً،ص:97۔

12۔ ایضاً،ص:103۔

13۔ ایضاً،ص:126۔

14۔ ایضاً،ص:127۔

15۔ ایضاً،ص:133۔

16۔ ایضاً،ص:138۔

17۔ ایضاً،ص:141۔

18۔ ایضاً،ص:141۔

19۔ ایضاً،ص:155۔154

20۔ ایضاً،ص:157۔

21۔ ایضاً،ص:157۔

22۔ ایضاً،ص:160۔

23۔ ایضاً،ص:71۔

24۔ ایضاً،ص:169۔

25۔ ایضاً،ص:170۔

رسائل۔

ا۔"الزبیر"،"خواجہ غلام فرید نمبر"،اکیڈمی بہاولپور1985ء

References:

1, a. Ayat no 110, surat Al Imran, Al Quran.

1. Masood Hassan Shahab,Mader, Seh Mahi Al Zubair, Khawaja Gulam Fared Number, Urdu Academy Bahawalpur , 1985, page No 7.
2. Same Above, Page No: 3.
3. Same Above, Page No: 5.

4. Shahid Hassan Rizvi, Mader, Seh Mahi Al Zubair, Shahab Dehlvi Number, Urdu Academy Bahawalpur, 1986, Page No, 24.
5. Masood Hassan Shahab,Mader, Seh Mahi Al Zubair, Khawaja Gulam Fared Number, Urdu Academy Bahawalpur , 1985, page No 7
6. Same Above, Page No: 13.
7. Same Above, Page No: 14.
8. Same Above, Page No: 181.
9. Same Above, Page No: 45.
9, b. Ayat no 59, Surat al Nissa, Al Quran.
10. Same Above, Page No: 96.
11. Same Above, Page No: 97
12. Same Above, Page No: 103.
13. Same Above, Page No: 126.
14. Same Above, Page No: 127.
15. Same Above, Page No: 133.
16. Same Above, Page No: 138.
17. Same Above, Page No: 141.
18. Same Above, Page No: 141.
19. Same Above, Page No: 154-155.
20. Same Above, Page No: 157.
21. Same Above, Page No: 157.
22. Same Above, Page No: 160.
23. Same Above, Page No: 71.
24. Same Above, Page No: 169.
25. Same Above, Page No: 170.